اردو ناول میں جنوبی پنجاب کی معاشرت کی عکاسی

واصفہ جبیں*

ڈاکٹر عقیلہ بشیر**

Abstract:

The tradition of urdu novel is very old. Urdu novelists have been taking interesest in culture of south punjab since the dawn of twentieth century. This aspect of urdu novel was almost neglected by researchers. I discuss it by examining writing of numerous urdu novelist i.e. Lala Doulat Roy, Quratulain Haider, Shoukat Sidiquei, Syed Shabir Hussain, Bano Qudsia, Imran Iqbal and Mustansar Hussain Tarar. Old urdu novelist Lala Doulat Roy, in "Mujhey Zaror Parrho", criticizes some old customs and conventions that are exploiting inhabitants of South Punjab. Mysticism is one of basic elements in early urdu novelists. I shed light on narration of rites and religious activities on several tombs of muslim saints in Multan and Uch Shareef. People enthusiastically participate in festival of Urs on tombs. In "Seeta Hirn", famous novelist Quratul Ain Haider describes the ways of living of people of Bahawalpur desert and she is highly critical of their customs. Shoukat Sidiquei becomes most important novelist in context of my research. The third volume of novel "Jangloos" deals with feudal culture of Siraiki region. He effectively pointes out the crualties of feudals in south punjab. I argue that Imran Iqbal and Syed Shabir Hussain are in agreement with Shoukat Sidiquei. They are critical of tradition Peer Parassti to improve social conditions in South Punjab. Mustansar Hussain Tarar writes about Siraiki people living on the bank of Sindh river. He points out moral corruption in the families of these fishermen. I opine, in this paper, that all urdu novelists writing about South punjab can be divided into two groups. One group, Quratul Ain Haider, Mustansar Hussain Tara, Bano Qudsia, negatively depicts culture of South Punjab and they talk about moral weaknesses and social ills of South Punjab. Second group, Shoukat Sidiquei, Imran Iqbal, Syed Shabir Hussain, has been showing positive side of South Punjab in their novels. They are sympathetic to Siraiki people and their criticism is intended to improve living conditions of Siraiki people.

اردو ناول نہ صرف اپنے عہد کی تاریخ اپنے اندر سموئے ہوئے ہے بلکہ اسلوب اور موضوعات کے تنوعات بھی لیے ہوئے ہے۔(۱) اس صنف کا بنیادی وصف موضوع اور کردار نگاری ہے۔ مغربی ناقدین جارج

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اُردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

** شعبہ اُردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

(۲) اور میخائل باختن (۳) نے ناول کے متعلق اعلیٰ پائے کی تنقید لکھ کر مغربی ناول نگاری کی تاریخ کو جلا بخشی ہے۔ابتدائی اردو ناول نگار برصغیر کے سیاسی ،سماجی، اور معاشرتی مسائل کی عکاسی حقیقت پسندانہ اسلوب کے ذریعے کرتے تھے اگر چہ وہ فنی اعتبار سے عالمی ادب سے بہت پیچھے تھے تاہم اردو کے مبتدی ناول نگاروں نے اصلاح پسندی کو اپنا موضوع بنانے کے ساتھ ساتھ دوسرے موضوعات کو بھی زیرِ قلم لائے۔ان میں مولوی نذیر احمد، رتن ناتھ سرشار، رضیہ فصیح احمد، عبداللہ حسین ،جمیلہ ہاشمی ،احسن فاروقی ، پریم چند اور راجندر سنگھ بیدی قابل ذکر ہیں۔(۴) عہد حاضر کے اردو ناول نگار نہ صرف سماجی موضوعات کو زیر بحث لا رہے ہیں بلکہ تکنیک کے حوالے سے نت نئے تجربات بھی کر رہے ہیں۔ایسے ناول نگاروں میں انیس ناگی ،انور سجاد اور مرزا اطہر بیگ شامل ہیں۔

اردو ناول کے موضوعات نہایت وسعت لیے ہوئے ہیں لیکن اردو ناول میں جنوبی پنجاب کی عکاسی ایک ایسا موضوع ہے جس پر محققین نے بہت کم توجہ دی ہے۔اس مضمون کا بنیادی سوال یہ ہے کہ اردو ناول نگاروں نے جنوبی پنجاب کی معاشرت کی عکاسی کن زاویوں سے کی ہے؟ اس کا جواب جاننے کے لیے اردو ناول کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے کچھ ایسے ناولوں کا انتخاب کیا گیا ہے جو جنوبی پنجاب کی معاشرت کو کسی نہ کسی حوالے سے زیر بحث لاتے ہیں۔ان ناولوں کے مطالعے کو دو گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ایک گروہ نے جنوبی پنجاب کے متعلق منفی رویہ اختیار کیا جبکہ دوسرے گروہ کا نقطۂ نظر ہمدردانہ اور مثبت ہے۔

جنوبی پنجاب میں ملتان، بہاولپور اور ڈیرہ غازی خان کے اضلاع کے علاوہ کچھ دیگر اضلاع مثلاً بھکر، لیہ وغیرہ بھی شامل ہیں۔ یہ خطہ اپنی سرسبزو شادابی کے ساتھ چولستان اور ریگستان جیسے خشک علاقوں پر بھی مشتمل ہے۔ زیادہ تر یہ خطہ زراعت کے ساتھ وابستہ ہے۔جس میں جاگیردارانہ اور قبائلی نظام کے ساتھ ساتھ ہر طبقے کے لوگ یہاں آباد ہیں۔ یہ خطہ انسانی بودوباش کے لحاظ سے عہد قدیم سے آباد رہا ہے۔موہن دوڑو عہد کی کچھ بستیاں مثلاً گنویری والا کے آثار بھی چولستان میں پائے گئے ہیں۔اس حوالے سے بھی اس خطے کی انسانی معاشرت بھی کافی قدیم ہے۔اردو ناول میں جنوبی پنجاب کی معاشرت کا بھرپور اظہار ملتا ہے۔اس خطے کی معاشرت کو پیش کرنے میں بعض معروف ناول نگاروں نے اپنی تخلیقات میں کہیں جانبداری اور کہیں غیر جانبداری سے کام لیا ہے۔ان ناول نگاروں میں شوکت صدیقی ،مستنصر حسین تارڑ ، دردانہ نوشین خان ،رضیہ فصیح احمد، ایم ثناء اللہ، بانو قدسیہ، سید شبیر حسین ،قرۃ العین حیدر، صلاح الدین حیدر اور دیگر مصنفین شامل ہیں۔

اردو کے جدید عہد کے ناولوں کے علاوہ قدیم عہد کے ناولوں میں اس خطے کی معاشرت کا تفصیل سے ذکر ملتا ہے جن میں لالہ دولت رائے کا ناول ''مجھے ضرور پڑھو'' بھی شامل ہے اس ناول میں جنوبی پنجاب کی پرانی اور فرسودہ روایات پیر پرستی اور توہم پرستی جیسی وغیرہ کو موضوع بنایا گیا ہے۔جنوبی پنجاب کی قدیم معاشرت میں جنات اور تعویذ گنڈوں پر یقین کرنے کے دقیانوسی رویہ کو لالہ دولت رائے نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔اس رویے کے حامل لوگ زیادہ تر معاشی تنگی اور اپنی کم علمی کی بنا پر اس رجحان کو اختیار کرتے ہیں کیونکہ غیر تعلیم یافتہ اور مفلس طبقہ

اپنے نفسیاتی مسائل کا حل اس میں ڈھونڈتا ہے۔

''ایک بزرگ نے کچھ پڑھ کر پھونک دی اور ایک تعویذ لکھ کر لٹکا دیا فوراً آرام ہو گیا۔
ایک کے دانت میں درد تھا ایک برہمن نے ایک تعویذ (رکھیا) لکھ کر دیا درخت
کنارے میخ سے لٹکا دوایسا کرنے سے درد رفع ہو گیا''(۵)

اس کے علاوہ سید شبیر حسین بھی ایسے رویوں کو تنقید کا نشانہ بناتا ہے۔ سید شبیر حسین کے ناول ''جھوک سیال'' میں بھی پیروں اور سجادہ نشینوں کی لوٹ کھسوٹ کو نمایاں کرنے کے ساتھ دوسرے معاشرتی مسائل مثلاً وٹے سٹے کی شادی اور تعویذ گنڈے کو چابکدستی سے سامنے لایا گیا ہے۔ جنوبی پنجاب میں وٹے سٹے کی شادی کا عام رواج ہے مگر یہ رویہ زیادہ تر دیہی علاقوں میں موجود ہے اس کے ذریعے یہ لوگ اپنے دونوں بچوں کی ذمہ داری سے نبرد آزما ہوتے ہیں لیکن اس کا تاریک پہلو یہ ہے کہ جب ایک خاندان کی شادی نہیں چل سکتی تو دوسرے خاندان کو انتقامی کاروائی میں اپنے خاندان کی خوشیوں کا گلا گھوٹنا پڑتا ہے۔ وٹے سٹے کی شادی کی مثالیں مصنف نے اپنے مشاہدات کے تناظر میں اپنے ناول ''جھوک سیال'' میں دی ہیں۔

''یہ تو وٹے کا ساگ تھا۔ کبیرا کی بہن چھوڑ کر بھاگ گئی۔۔۔ اگر تمہیں بھائی سے
ہمدردی ہے اور اس کی ناموس کا کچھ خیال ہے تو میرے ساتھ چل دو۔''(۶)

سید شبیر حسین کی جنوبی پنجاب کے معاشرے پر گہری نظر تھی۔ اس نے پیروں کی اجارہ داری میں مریدوں کا منت ماننے اور تعویذ لینے کی روایت کو بھی بیان کیا ہے۔ سکینہ جو اس ناول کا سخت محنت کرنے والا مثالی کردار ہے وہ اپنی بھینس پال کر اپنی معاشرتی زندگی کے لوازمات پورے کر رہی ہے اس کے سماج میں تعویذ گنڈے کرنے کی قبیح روایت نے اس کی خوشیوں کا سہارا چھین لیا۔

''سکینہ کو یقین تھا بھینس کو ٹونوں ٹوٹکوں سے ہلاک کیا گیا ہے اور اس کی ذمہ دار تنہا شمعو ہے
جس نے تعویذ گنڈوں سے اپنے لڑکے کی بیماری کو بھینس کی طرف منتقل کر دیا تھا۔''(۷)

اس طرح سید شبیر حسین نے اپنے ناول میں خانقاہی نظام کی ہر طرح کی کمزوریوں کو نمایاں کر کے لوگوں میں اس نظام کے خلاف بولنے کی ہمت و جرأت پیدا کی ہے۔ جنوبی پنجاب کے سماج کا یہاں کی معشیت سے گہرا تعلق ہے۔ اس میں دو عناصر بڑے اہم ہیں: ایک پیر پرستی اور دوسرا جاگیردارانہ نظام۔ ان دو عناصر کی بھیانک داستانیں ملتی ہے ان عناصر نے یہاں کے لوگوں کے طرز زندگی اور معاشرت پر بے پناہ اثرات ڈالے ہیں اور اس خطے کی غربت اور جہالت میں انہی عناصر کا بنیادی کردار ہے۔ مثال کے طور پر جہاں خانقاہی نظام نے لوگوں کی جاہل رکھنے میں اپنا کردار ادا کیا ہے وہاں جاگیردارانہ نظام نے بھی معشیت پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اور یہ دونوں رویے جدید علوم کے حصول میں رکاوٹ بنتے رہے ہیں تاہم بعض ناول نگاروں شوکت صدیقی اور ایم ثناء اللہ نے جاگیرداروں کے رویے اور مزارعین کے استحصال کو نمایاں کر کے لوگوں میں شعور بیدار کیا ہے۔

شوکت صدیقی نے اپنے ناول ''جانگلوس'' میں جاگیردارانہ نظام کی کمزوریوں کو پیش کیا ہے کہ کیسے جاگیردار طبقہ ایک کچلے اور مظلوم مزارع طبقے کا معاشی و معاشرتی اور جنسی استحصال کر رہا ہے۔ ناول میں بھٹے پر کام کرنے والے پتھیداروں کے ظلم وستم کی داستانیں بھی ملتی ہیں۔ علاوہ ازیں جاگیرداروں کا مزارعوں کو ان کی زمینوں سے بے دخل کرنا اور ان سے ہر قسم کا ٹیکس وصول کرنا، مزارعوں کی عورتوں کا جنسی استحصال، رسیہ گیری کا نظام اور غریبوں کی زمینوں پر ناجائز قبضہ وغیرہ شامل ہے۔ ایسے معاشرتی رویوں کی بے شمار مثالیں اس ناول کا حصہ ہیں۔

> ''بوڑھے نے جیب سے نوٹ نکالے اور دونوں ہاتھوں پر رکھ کر شاہانی کو ڈالی پیش کی
> ۔۔۔بوڑھے نے ٹیکس کی رقم کریم بخش رادھانی کو دے دی، سردار نے مسکرا کر کہا
> راضی باضی ہو، دھی کا پرنجن کر، بختاور ہووے''۔(۸)

ایم ثناء اللہ کے ناول ''نیا مالک'' میں جاگیردارانہ طبقے کے رعب و دبدبے کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً جب وہ مزارع کو زمین بٹائی پر دیتے ہیں تو اپنی مرضی کے اصول طے کر لیتے ہیں مگر جب انہوں نے ان سے اپنی زمین خالی کرانی ہوتو وہ کئی طرح کے بہانے اور الزام تراشی کے بعد اس غریب طبقے سے زمین واپس لے لیتے ہیں وہ ان کی محنت اور فصل کا ذرہ برابر بھی خیال نہیں کرتے۔ اس رویے کی عکاسی ایم ثنا اللہ نے یوں کی ہے۔

> ''آخر ہمارا کوئی قصور بھی بتلا دیجیے کہ کس وجہ سے آپ ہم سے زمین چھین رہے ہیں،
> اس پر وہ کہنے لگا ہم لوگ کاشتکاری کے نئے طریقوں سے واقف نہیں ہیں اس کی بہت
> سی زمین بے کار پڑی ہے۔۔۔ اور ہم لوگ گھریلو کام کاج کے بارے میں کوتاہی
> برتتے ہیں۔''(۹)

بعض اردو ناول نگاروں نے جنوبی پنجاب پنجاب کی تہذیبی تاریخ کے متعلق ناول لکھے ہیں ان میں مستنصر حسین تارڑ کا ناول ''بہاؤ'' کافی معروف ہے یہ ناول تقریباً دو ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے کے واقعات کو بیان کرتا ہے۔ اس کا تعلق چولستان میں خشک ہوتے ہوئے دریائے ہاکڑا (گھاگھرا) سے ہے جب یہاں پانی کی قلت کے سبب زندگی ختم ہو رہی تھی تو لوگ ہجرت کر رہے تھے لیکن کچھ لوگ امید کے ساتھ اس دھرتی سے چمٹے ہوئے تھے۔ اس ناول کی ہیروئن پاروشنی ایک پرامید کردار ہے۔ یہ ناول کسی حقیقی تاریخی واقعے سے تعلق نہیں رکھتا اور اس کی کوئی تاریخی اہمیت نہیں بنتی لیکن یہ اپنی بنت اور فن کے اظہار کے حوالے سے بہترین ناول ہے چونکہ اس ناول نگار کا تعلق جنوبی پنجاب سے نہیں اس لیے ''بہاؤ'' میں استعمال کی گئی یہاں کی زبان کمزور ہے کیونکہ یہ دو ہزار سال سے بولی جانے والی سرائیکی نہیں ہے یہ آج کی مقامی زبان سے بہت مختلف ہے اور کئی جگہوں پر اغلاط کا شکار ہے۔

''بہاؤ'' میں مستنصر حسین نے جو رسم و رواج پیش کیے ہیں۔ بے شک قدیم معاشرت کی عکاسی کرتے ہیں مگر آج بھی یہ رویے جنوبی پنجاب کی معاشرت میں کہیں نہ کہیں موجود ہیں مثال کے طور پر مہمان نوازی کی روایت، توہم پرستی، مردوں کو دفنانے کی روایت اور مذہبی اداروں کا قیام وغیرہ شامل ہے۔ توہم پرستی کی کئی مثالیں

اس ناول کا حصہ ہیں۔

> ’’جب وہ بانجھ عورتوں کے رُکھ کے قریب ہوئی تو پل بھر کے لیے رُکی۔۔۔اس کے موٹے اوراوپر اٹھتے ہوئے تنے کے گرد بے انت ون سونے دھاگے بندھے ہوئے تھے ہر دھاگہ ایک ایسی عورت نے باندھا تھا جو خشک تھی اور فصل چاہتی تھی۔‘‘(۱۰)

اردو ناول میں جنوبی پنجاب کی معاشرت کی عکاسی کرتے ہوئے مختلف مصنفین نے مختلف روایات کی نمائندگی کی ہے۔ جاگیردارانہ اور خانقاہی نظام کی عکاسی اور صوفیانہ کلچر کی نمائندگی قرۃ العین حیدر نے اپنے ناولٹ ’’سیتا ہرن‘‘ میں کی ہے۔قرۃ العین حیدر جنوبی پنجاب کے مزاروں پر ہونے والی سرگرمیوں کو منفی انداز میں سامنے لاتی ہے۔

> ’’شمس تبریز کے مقبرے کے برآمدوں میں خوف ناک سرخ آنکھوں والے قلندر اور غلیظ برقعوں میں ملبوس عورتوں اور چرس کے دم لگاتے ہوئے لوفروں اور طوائفوں کا ہجوم تھا۔۔۔یہی آپ کا صوفی ازم کلچر ہے۔‘‘(۱۱)

جنوبی پنجاب کی معاشرت پر لکھنے والوں کے دو گروہ بنائے جا سکتے ہیں۔ایک وہ جن کا تعلق جنوبی پنجاب کے علاقے سے نہیں جبکہ دوسرے وہ ناول نگار جن کا تعلق جنوبی پنجاب سے ہے۔جنوبی پنجاب کے باسی تخلیق کاروں میں عمران اقبال،سعیدہ افضل، بشریٰ رحمٰن، دردانہ نوشین خان، صلاح الدین حیدر اور سید شبیر حسین شامل ہیں جبکہ دوسرے گروہ کے تخلیق کاروں کا تعلق اپر پنجاب سے ہے۔ان میں شوکت صدیقی، مستنصر حسین تارڑ اور بانو قدسیہ وغیرہ شامل ہیں۔

اردو ناول میں جنوبی پنجاب کی معاشرت کی عکاسی کرنے کے حوالے سے ان دونوں گروہوں کے ناول نگاروں کے زاویۂ نظر اور فکر میں نمایاں فرق نظر آتا ہے۔جنوبی پنجاب سے باہر رہنے والے ناول نگاروں میں بعض نے جنوبی پنجاب کا مختصر عرصے کے لیے سیاحتی دورہ کیا اور پھر اپنے تاثرات قلمبند کیے۔عام طور پر ان کے رویے جنوبی پنجاب کے لوگوں اور معاشرت سے غیر ہمدردانہ بلکہ بعض اوقات متعصّبانہ بھی لگتے ہیں۔جیسا کہ بانو قدسیہ کے ناول ’’شہرِ بے مثال‘‘ میں رشو جان کا کردار یہ صورت حال واضح کرتا ہے۔

رشو جان جنوبی پنجاب کے متوسط طبقے کا ایک ایسا کردار ہے جو آگے پڑھنے کی خواہش میں لاہور جاتی ہے اور وہاں اسے اپنی مقامی معاشرت کی وجہ سے شرمندگی اٹھانا پڑتی ہے بانو قدسیہ نے اس رویے کو بڑے تضحیک آمیز انداز میں پیش کیا ہے۔ناول میں برقعہ پہننے کی روایت اور کلاس میں طالبات سے میل جول کے رویے کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔مصنفہ نے جنوبی پنجاب کی پسماندہ روایت کو جانبداری سے پیش کیا ہے۔

> ’’آپ کا کیا نام ہے مس؟
> رشو یکدم اٹھ کر بولی

''مس رشیدہ میر''
''بیٹھیے بیٹھیے''
رشو کے کھڑے ہونے پر ساری کلاس محظوظ ہوئی بہاولپور میں
شاگرد کھڑے ہوکر جواب دیتے ہوں تو خیر، ادھر لاہور کے
لیے یہ طریقہ بالکل جنگلی تھا۔۔''(۱۲)

مستنصر حسین تارڑ نے اپنے ناول ''قربتِ مرگ میں محبت'' میں جنوبی پنجاب کے علاقوں اور ان کے خاندان کی تضحیک اور توہین آمیز تصویر کشی کی ہے۔ مصنف نے ملاحوں کی عورتوں کو غیر معتبر انداز میں پیش کیا ہے کہ ملاح خاندان کی روایات میں سرداروں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی عورت کو پیش کرنے کا رواج ہے ان کے لیے سرداروں کی خوشامد اور چاپلوسی کے لیے روپیہ پیسہ تو کیا عورت کی بھی ان کے نزدیک کوئی قدر و قیمت نہ تھی کیونکہ سردار اور جاگیردار خاندان میں مزارع اور غریب کی عزت سے کھلواڑ کرنے کی ہمیشہ سے گھناؤنی روایت ملتی ہے مہانہ خاندان کی مثال اس ناول میں کچھ یوں ہے۔

''پھر ہمارے ہاں مہمانوں کے ان داتا وڈیرے بھی تشریف لاتے ہیں تو حکم فرماتے ہیں کہ اپنی عورت لا دو۔۔۔تو ہم لا دیتے ہیں، زبردستی کرتے ہیں، ناں سائیں زبردستی کس بات کی۔۔۔یہ ہمارے بھاگ کہ وہ حکم فرمائیں، ہمارا کیا جاتا ہے سائیں۔۔۔عورت کا کیا جاتا ہے نہا دھو کر پھر سے کھڑی ہو جاتی ہے۔۔۔''(۱۳)

جنوبی پنجاب میں ماضی سے لے کر حال تک ملاح خاندان میں سرداروں کی عورت کو پیش کرنے کا رویہ بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے مصنف کا اپنے ناول میں اس رویے کا اظہار اس علاقے سے متعصّبانہ رویے کی نمائندگی کرتا ہے۔

اس حوالے سے دیکھا جائے تو بعض ایسے ناول نگار بھی ہیں جنہوں نے جنوبی پنجاب کی معاشرت کے حوالے سے بڑے ناول لکھے ہیں مگر آج تک اس علاقے کا دورہ بھی نہیں کیا ان میں شوکت صدیقی شامل ہیں۔ ان کا ناول ''جانگلوس'' اس رویے کی اہم مثال ہے اس ناول کے ذریعے شوکت صدیقی نے اپنے مزاج اور نظریات کے زاویہ سے جاگیرداروں کا جبر پیش کیا ہے جو کہیں کہیں غیر حقیقی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسا لگتا ہے کہ اس نے ان رویوں کو کتابوں اور رسالوں سے اخذ کیا ہے مگر کہیں کہیں جنوبی پنجاب کے باسی دوستوں سے مشورے بھی کیے ہیں۔ شوکت صدیقی نے جنوبی پنجاب کی معاشرت کے حوالے سے جہاں سے جیسی معلومات حاصل ہوئیں انہوں نے اس پر اکتفا کر لیا اور ایک ایسا ناول تحریر کیا جس کی نظیر اردو ادب میں نہیں ملتی۔ شوکت صدیقی نے ناول میں بعض جگہوں پر جنوبی پنجاب کے متعلق ہتک آمیز رویے کا مظاہرہ کیا ہے۔ مثال کے طور پر ''جانگلوس'' میں ملتان کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ یہاں کے لوگ سفاک خودغرض اور بڑے رسہ گیر ہیں۔ اور وہ جاگیرداروں کا مزارع کی عورتوں سے

کھلواڑ کے بعد ان کی ناجائز اولاد کا پیدا ہونے کا ذکر کرتا ہے۔''جانگلوس'' میں شوکت صدیقی نے مزارعوں کی عورتوں کی سرداروں کے ہاتھوں تذلیل اور مظلومیت کا ذکر تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔

کچھ ناول نگاروں نے جنوبی پنجاب کی ملی جلی معاشرت کی عکاسی کی ہے جن میں ایم ثناءاللہ کا ناول ''نیا مالک'' صلاح الدین حیدر کا ناول ''خزاں کے قیدی'' سعیدہ افضل کا ناول ''جنگل کا پھول'' اور دردانہ نوشین خان کا ناول ''اِندر جال'' شامل ہیں۔

یہاں سعیدہ افضل کے ناول ''جنگل کا پھول'' کا ذکر کرنا ضروری ہے۔سعیدہ افضل نے اپنے ناول میں یہاں کی بلوچ روایت ''کالا کالی'' کو غیر جانبداری سے پیش کیا ہے۔اور جنوبی پنجاب کی عورت کو اپنے حقوق کی جنگ کرتے دکھایا ہے۔اس طرح صلاح الدین حیدر نے ''خزاں کے قیدی'' میں درمیانی طبقے کی روایات اور ان کے خوشی وغم کو عمدہ طریقے سے پیش کیا ہے اس ناول میں کچھ خاندان اپنی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کی تلاش میں سرگرداں نظر آتے ہیں اور اچھے مستقبل کی امیدیں لیے ہوئے ہیں۔مصنف نے ناول میں غم کی روایات اور خوشی کے لمحات کی بھرپور عکاسی کرنے کے ساتھ ساتھ صوفیاء کرام سے جڑی جذباتیت جیسے دوسرے کئی رویے پیش کیے ہیں۔

> ''پھر روتے ہوئے ہی انہوں نے کہا چلو تم بھی دادا کا آخری بار منہ دیکھ لو وہ اسے
> پکڑے ہوئے دادا کی میت تک لے آئی تھیں۔ان کی کفن میں لپٹی ہوئی لاش تابوت
> میں رکھی تھی''۔(۱۴)

ملتان صوفیاء کا شہر کہلاتا ہے صلاح الدین حیدر نے اپنے ناول میں یہاں کے لوگوں کی صوفیاء کرام سے جذباتی لگن کو بھی بیان کیا ہے۔

> ''اس کے علاوہ وظیفے بھی پڑھتے تھے اور ہر جمعرات کو باقاعدگی سے بیٹوں کے ساتھ
> پیروں فقیروں کے مزاروں پر جایا کرتے تھے۔''(۱۵)

عمران اقبال کا ناول ''لندن کی وہ شام'' مشرقی (جنوبی پنجاب کی) اور مغربی تہذیب کے المیے کو پیش کرتا ہے کہ مغربی معاشرت کیسے اپنے خنجر سے خودکشی کر رہی ہے اور مشرقی تہذیب کو آج بھی اپنے مثبت رویوں کی بنا پر بقا حاصل ہے۔اس ناول کے متعلق صدیق اظہر اپنے مضمون ''چولستان فورم'' میں لکھتے ہیں۔

> ''ڈاکٹر نواز کاوش کے مطابق بڑے ناول میں دو تین چیزیں اہم ہوتی ہیں اس میں
> تاریخی ثقافتی پس منظر نظر آتا ہے ممکن ہے ان کے ہاں ایسا تصور موجود ہو اس میں
> تاریخی پس منظر ملکی لیول کا ہے ملک کا ٹوٹنا اور بعد کے واقعات سے پتہ چلتا ہے لوگ
> اس معاشرے سے کٹ کر باہر جانا چاہتے ہیں رائٹر ایک خاص علاقے اور جگہ سے
> تعلق رکھتا ہے بہاولپور شہر تاریخی اہمیت کا حامل ہے''(۱۶)

جنوبی پنجاب کے متعلق لکھنے والے ناول نگاروں میں کچھ کسی ادبی نظریے سے وابستہ رہے ہیں جیسے

شوکت صدیقی کا تعلق ترقی پسندیت سے تھا۔تاہم زیادہ تر ناول نگار کسی نظریے سے وابستہ نہیں ہیں بلکہ انہوں نے اپنی آزادانہ سوچ کے ذریعے جنوبی پنجاب کی معاشرت کا تجزیہ کیا۔لیکن تمام ناول نگاروں کا رجحان جنوبی پنجاب کی معاشرت کے ریفارم کی جانب ہے۔ابھی اردو ناول نگاروں کی جنوبی پنجاب کے متعلق دلچسپی ختم نہیں ہوئی اس لئے امید کی جا سکتی ہے کہ جنوبی پنجاب کے متعلق مزید ناول لکھے جائیں گے۔ یہ ممکن ہے کہ مستقبل کے اردو ناول نگار جنوبی پنجاب کے ثقافتی اور معاشرتی حسن کو بھی بیان کریں گے۔جنوبی پنجاب کے میلے،شادیوں کی رسوم،کھیلوں کے مقابلے اور متعدد ایسے پہلو ہیں جنہیں جنوبی پنجاب کے مثبت پہلو کہا جا سکتا ہے۔

اردو ناول میں جنوبی پنجاب کی معاشرت کی عکاسی کرتے ہوئے تمام مصنفین کا مطمع نظر جنوبی پنجاب کی دیہی اور شہری زندگی کو پیش کرنا تھا۔انہوں نے اپنے ناولوں میں زیادہ تر توجہ دیہی کلچر کو پیش کرنے پر دی ہے کیونکہ دیہی کلچر شہری کلچر کی نسبت تصنع سے مبرا اور آلائشوں سے پاک نظر آتا ہے۔جنوبی پنجاب کی ثقافت اور رہن سہن کے متعلق ناول نگاروں کے دو مختلف رویے سامنے آئے ہیں ایک طرف ایسے ناول نگار ہیں جو جنوبی پنجاب کے باسی نہیں انہوں نے جنوبی پنجاب کی ثقافت اور رسم ورواج کو سطحی طور پر پیش کیا ہے جو ان کے متعصّبانہ رویے کی عکاسی کرتا ہے دوسری طرف ایسے ناول نگار ہیں جو جنوبی پنجاب کے باشندے ہونے کے سبب جنوبی پنجاب سے ہمدردی رکھتے ہیں اور یہاں کے معاشرے میں شر کو ناکام ہوتا ہوا دکھاتے ہیں اس طرح مؤخر الذکر ناول نگاروں نے بہتر طور پر جنوبی پنجاب کی معاشرتی عکاسی کی ہے اور اپنی تصانیف کے ساتھ انصاف برتا ہے۔ایسے ناول اردو ناول کی تاریخ میں روشن باب کا اضافہ قرار دیئے جا سکتے ہیں۔بے شک جنوبی پنجاب مادی ترقی میں پیچھے رہا ہے لیکن ان کے فنکاروں کی تخلیقی قوتوں سے کبھی انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اردو میں لکھنے والوں کے علاوہ سرائیکی زبان میں بھی بے شمار ادیب اور شاعر موجود ہیں۔تاہم اردو کے افسانوی ادب کی جنوبی پنجاب کے لوگوں کے لیے بہت اہمیت ہے۔س اردو ناول نگاروں نے ان کے مسائل کی نشاندی کی ہے اور ان کی ثقافتی اور معاشرتی اہمیت کو پورے پاکستان میں اجاگر کیا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ علی عباس حسینی ''ناول کی تاریخ اور تنقید''،پبلیشرز انڈین بک ڈپو لکھنؤ ۲۰۰۰ء ص ۳۷

۲۔ جارج لوکاچ (۱۸۸۵ء۔۱۹۷۱ء) ایک معروف مارکسی فلسفی تھے جنہیں مغربی مارکسیت کا بانی سمجھا جاتا ہے اور ان کو جمالیاتی اور مارکسی فلسفی کے پر طور جانا جاتا ہے۔

۳۔ میخائل باختن (۱۸۹۵ء۔۱۹۷۵ء) معروف روسی ادبی نقاد اور فلسفی تھے ان کے نظریات نے خصوصی طور پر مغرب کی ثقافتی تاریخ لسانیات اور جمالیاتی فلسفے پر اثر کیا۔ادب میں ہیتی تنقید کے سلسلے میں ان کی تصانیف مشہور ہیں۔

۴۔ اسلم آزاد ''اردو ناول آزادی کے بعد'' شعبہ اردو پٹنہ یونیورسٹی انڈیا ۱۹۸۱ء

۵۔ لالہ دولت رائے ''مجھے ضرور پڑھو''،مطبع پنجاب پر سپر ہند وکتب سہا یک بھنڈار لاہور ۱۸۹۷ء ص ۶

۶۔ سید شبیر حسین ''جھوک سیال'' شیخ غلام اینڈ سنز پبلیشرز ادبی مارکیٹ چوک انارکلی لاہور ۱۹۷۲ء ص ۳۵

۷۔ سید شبیر حسین ''جھوک سیال'' شیخ غلام اینڈ سنز پبلیشرز ادبی مارکیٹ چوک انارکلی لاہور ۱۹۷۲ء ص ۲۶

۸۔ شوکت صدیقی ''جانگلوس'' جلد اول رکتاب پبلی کیشنز کراچی ۱۹۸۶ء پہلا ایڈیشن ص ۱۳۹

۹۔ ایم ثناء اللہ ''نیا مالک'' پبلی کیشنز بیکن بکس ہاؤس ملتان ۱۹۸۲ء ص ۶۰

۱۰۔ مستنصر حسین تارڑ ''بہاؤ'' سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۱ ص ۴۷

۱۱۔ بانو قدسیہ ''شہر بے مثال'' سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۲ء ص ۱۹۳

۱۲۔ مستنصر حسین تارڑ ''قربت مرگ میں محبت'' سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۳ء ص ۱۹۶

۱۳۔ صلاح الدین حیدر ''خزاں کے قیدی'' بیکن بکس، ملتان ۱۹۹۳ء ص ۴۳

۱۴۔ صلاح الدین حیدر ''خزاں کے قیدی'' بیکن بکس، ملتان ۱۹۹۳ء ص ۳۹

۱۵۔ عمران اقبال ''لندن کی وہ شام'' الحمد پبلی کیشنز (ا) چیمبرز۔ سیکنڈ فلور (چوک پرانی انارکلی) لیک روڈ لاہور ۲۰۰۶ء ص ۲۲۷

۱۶۔ روزنامہ پاکستان ملتان ۳۰ مارچ ۲۰۰۶ء